اسلامی اتحاد کے عناصر

(امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں)

مؤلف: بہاء الدین قہرمانی نژاد شایق

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

پیغمبر اسلامؐ نے کلمہ توحید اور توحید کلمہ کی بنیاد پر لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دی جس سے بہت سے اعتقادی اور فقہی مباحث کا آغاز ہوتا ہے۔ (شہید ثانی، ۱۴۱۰، ۲۲۲/۶) اسلام ایک عالمی و آفاقی دین اور تمام انبیاء کا اصلی مقصد ہے اور قرآن کی مختلف آیات نیز روایات میں اس موضوع پر تاکید کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اطہارؑ اور آپ کے اصحاب نے اس نظریہ کی ترویج کی جو کہ معاشرہ میں وحدت کی بنیاد پر ہے۔

خلفائے راشدین کے دور میں امیر المؤمنینؑ کا کردار اسی اتحاد کی بنیاد پر تھا اور بعد کے دور میں ائمہ معصومینؑ نے معاشرہ میں دوسرے لوگوں سے ملنے جلنے کے سلسلہ میں اپنے اصحاب کو جو ہدایات دی ہیں، وہ بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس موضوع کو ہمارے علماء اور فقہاء نے اپنا سرلوح قرار دیا اور اسلامی اتحاد کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ امام خمینی بھی اس دور کے حالات کے پیش نظر یہ مانتے تھے کہ مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ کا اصلی دشمن ظالم و جابر حکومتیں نہیں ہیں بلکہ اسلامی امت کی جہالت اور اہل ایمان کی صلاحیتوں پر یقین نہ ہونا ہے اور اس کا واحد علاج مسلمانوں کا آپس میں متحد ہونا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی انقلاب کے آغاز اور اس کے مختلف مراحل میں امام خمینی نے ہمیشہ اس مہم کی طرف توجہ دلائی اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ یہ تحریک جہانی ہے اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اس پر تاکید کرتے رہے۔

امام خمینی کے جانشین، حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے بھی اسی حکمت عملی کو اپنا وطیرہ بنایا جس کے نتیجہ میں تقریب بین المذاہب (مختلف مذاہب کے درمیان قربت، نزدیکی) اور فلسطین جیسے موضوعات پر توجہ اور اسلامی بیداری وغیرہ جیسی خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ہم اس مقالہ میں اسلامی اتحاد کے مختلف عناصر کو بیان کریں گے۔

ثقلین، اسلامی اتحاد کا محور

اسلامی وحدت کا سب سے اصلی محور، حدیث ثقلین ہے جو متواتر طریقہ سے شیعہ و سنی دونوں سے منقول ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِی اَھْلَ بَیْتِی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِما لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِیْ اَبَداً وَ لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الحَوْض۔ یعنی میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسری میری اہلبیت۔ جب تک ان دونوں سے متمسک رہوگے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے۔ یہ دونوں ایک دوسرے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ (احمد بن حنبل، ۲۶۷/۴؛ مسلم نیشابوری، ۱۲۳/۷؛ ابن سلیمان کوفی، ۴۰۷/۲؛ بیہقی، ۱۴۸/۲؛ مووی دمشقی، ۱۴۱۱، ۲۱۱؛ زرندی حنفی، ۱۳۷۷، ۲۳۱؛ سیوطی، ۱۴۰۱، ۲۴۴/۱؛ ابن جوزی حنبلی، ۱۴۱۳، ۱۰۳)

علمائے ربانی نے ہمیشہ سے قرآن و عترت کی محوریت پر تاکید کی ہے اور عصر غیبت کے عالم دین کلینی (۳۲۹) سے لیکر عصر حاضر کے امام خمینی تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ نہ صرف علمائے شیعہ، قرآن و عترت کی اہمیت کے قائل تھے بلکہ علمائے اہل سنت بھی اس بات کے معترف تھے۔ مثال کے طور پر باعونی دمشقی (تیسری صدی)، حاکم حسکانی (پانچویں صدی)، خوارزمی حنفی (چھٹی صدی)، ابن ابی الحدید معتزلی (ساتویں صدی)، زرندی حنفی (آٹھویں صدی)، قندوزی حنفی (بارہویں صدی) اور دوسرے علمائے اہل سنت نے اہلبیت کی عظمت و شان کے بارے میں بہت سی باتیں نقل کی ہیں جن میں سب سے اہم موضوع اسلامی اتحاد پر تاکید اور تفرقہ سے پرہیز ہے۔

معاصر مصری عالم محمد رضا رشید (وفات ۱۳۶۹ھ /۱۹۵۰ء) جن پر سید جمال الدین اسدآبادی اور محمد عبدہ جیسے مصلحین کا بہت اثر رہا ہے، انہوں نے اپنی کتاب الامام علی بن ابیطالب میں تحریر کیا ہے:

امام علی نے وحدت مسلمین کی خاطر خلیفہ اوّل کا ساتھ دیا۔ ابوسفیان نے آپ سے کہا: اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں آپ سے خلیفہ کے عنوان سے بیعت کروں۔ حضرت نے اس کو اپنے پاس سے بھگادیا اور فرمایا: تو ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ (رشید رضا، ۴۰) اسی وجہ سے آپ نے خلافت کے موضوع پر صبر و شکیبائی سے کام لیا اور اسے اپنے حق کی بازیابی پر ترجیح دی اور فرمایا: ''اِنَّ الصَّبْرَ عَلٰی ھَاتَا

اَحْجِیْ''۔ میں نے دیکھا کہ اس بات پر صبر کرنا زیادہ عقلمندی ہے۔ (مکارم شیرازی، ۱۳۷۹، ۱/۳۱۷) حضرت نے اسلام اور امت اسلامی کی مصلحت کے لئے خلفاء سے میل جول رکھا اور فرمایا: لٰکِنِّی اَسْفَفْتُ اِذا اَسَفُّوا وَ طِرْتُ اِذَا طَارُوا''۔ امر خلافت کے سلسلہ میں مجھے پورا حق تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اسلام کی مصلحت کی خاطر خلفا سے تال میل رکھا۔ (ایضا، ۳۵۷)

شیعہ علماء اور فقہاء نے ہر دور میں ائمہ اطہارؑ کی اسی سیرت پر عمل کیا اور فقہ سیاسی کی بنیاد ڈالی اور امام خمینی نے ثقلین کی پیروی کے ذریعہ اسلامی اتحاد کا نعرہ بلند کیا اور امت اسلامی کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔

اسلامی مذاہب کے نظریات کو ایک دوسرے سے قریب کرنا:

علمائے اسلام ہمیشہ سے اسلامی مذاہب کے پیروکاروں میں ہمدلی اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ شیخ انصاری اس سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں: اِنَّ مُجَرَّدَ اِظْهَارِ الشَّهَادَتَيْنِ وَ فِعْلِ الصَّلاةِ وَ اَخَوَاتِهَا كَافٍ فِي الْاِسْلَامِ۔ (شیخ انصاری، ۱۴۲۵، ۵/۱۳۷) اسلام کا قبول کرنا اور احکام اسلامی پر عمل کرنا کسی بھی فرد کی حرمت کے لئے کافی ہے۔

اسلامی اتحاد کے اصلی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱. شیعہ اعتقادات کو صحیح طریقے سے سمجھنے میں اہل سنت حضرات کی مدد کرنا

۲. قرآن و روایات میں اہلبیتؑ کی عظمت کو صحیح طریقہ سے پیش کرنا

۳. شیعوں کے خلاف نفرت کو کم کرنا

۴. شیعہ عقائد اور باطنیہ و صوفیہ کے اعتقادات کو ایک دوسرے سے الگ کرنا

۵. گذشتہ صدیوں میں بین الاقوامی دشمن، مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے کے لئے بہائیت اور وہابیت جیسے گمراہ فرقوں اور انتہا پسند صہیونی طاقتوں کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ ان کے منصوبوں کو ختم کرنے کے لئے بھی اسلامی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔

ان سب وجوہات کی بنیاد پر سنہ ۱۱۵۶ ہجری قمری میں ایران اور نجف کے شیعہ علماء نے شیخ الاسلام عثمانی کو مشورہ دیا کہ تقریب مذاہب کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد کیا جائے لیکن شیخ الاسلام کی بدگمانی اور کچھ لوگوں کی کارشکنی کی وجہ سے یہ جلسہ منعقد نہیں ہوسکا۔ (محیط طباطبائی، ۱۳۷۰، ۱۷۴) اس کے بعد سید جمال الدین اسدآبادی نے سلطان عبدالحمید کے دور میں استنبول اور مصر میں اس منصوبہ پر عمل کرنا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ (ایضاً، ۱۸۷)

سید جمال الدین اسدآبادی کے بعد محمد عبدہ اور میرزا محمد باقر بواناتی نے "جمعیت تقریب بین اہل الاسلام" کی داغ بیل ڈالی لیکن یہ جمعیت زیادہ عرصہ تک سرگرم نہیں رہ سکی۔ اگرچہ ایران، عثمانی اور ہندوستان سے کچھ لوگ اس سے جڑے۔ (ایضاً، ۱۳۷۵، ۱۸۷) سنہ ۱۳۱۷/۱۹۳۸ میں مرحوم محمد تقی قمی ایران سے مصر گئے اور جمعیت تقریب کی بنیاد ڈالی اور تاعمر جنرل سکریٹری بنے۔ (جماعۃ التقریب بین المذاہب الاسلامیہ، ص ۱۲۷-۱۲۴)

آیت العظمیٰ بروجردی کے دور میں (متوفی ۱۳۴۰) اس جمعیت کی حقیقی شکل سامنے آئی اور شیخ شلتوت نے اپنے تاریخی فتوے میں شیعہ مذہب کو ایک اسلامی مذہب کے طور پر تسلیم کیا۔ (واعظ زادہ خراسانی، ۱۴۱۷، ۱۲۸؛ بی آزار شیرازی، ۱۳۷۹، ۲۰۱-۲۰۳؛) اس جمعیت نے بہت سے اچھے کام انجام دئے اور بلاد اسلامی کے مختلف علماء اس سے جڑے۔

اسلامی انقلاب ایران کی بنیاد بھی اسلامی اتحاد ہے اور اس انقلاب کی کامیابی کے بعد یہ تحریک اپنے عروج پر پہنچ گئی اور امام خمینی کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے اس انقلابی تحریک نے عظیم کارنامے انجام دئے۔ مثال کے طور پر "ہفتہ وحدت" اور "عالمی یوم قدس کا اعلان"، تفرقہ انگیز کتابوں کی اشاعت پر پابندی"، اسلامی وحدت کی عالمی نشستوں کا انعقاد"، "عالمی سطح پر مسابقات حفظ وقرائت قرآن کا انعقاد"، حج کے دوران دوسرے مسلمانوں سے ہماہنگ رہنے کے لئے امام خمینی اور دوسرے مراجع کا فتویٰ، مذاہب اسلامی یونیورسٹی کی تاسیس اور مذاہب اربعہ کی بنیاد پر فقہ کی

تدریس، مناظرہ کے لئے علمی مراکز کی تشکیل وغیرہ۔ آیت العظمیٰ سید علی خامنہ ای کے دور میں بھی اسلامی اتحاد کے منصوبے اور یہ سارے پروگرام اسی طرح ساری و جاری ہیں۔

عالم اسلام کی صلاحیتوں اور موجود ذخائر کا صحیح استعمال:

سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ہم کو اسلامی معاشروں کی چھپی ہوئی صلاحیتوں پر دھیان دینا چاہئے۔ اس اہم نکتے سے غفلت کی وجہ سے اسلامی ممالک میں ناامیدی کی فضا پائی جاتی ہے۔ اس ناامیدی کی فضا کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بیش قیمت وسائل کا جائزہ لیں:

الف: انسانی انفرادی طاقت: ویل ڈورنٹ اور گوسٹابون جیسے مستشرقین کا ماننا ہے کہ عالمی تہذیب کی تشکیل میں مسلمانوں کا اہم کردار رہا ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بلاواسطہ متاثر ہوتے ہوئے یورپ میں رنسانس اور سماجی تبدیلی وجود میں آئی۔ ویل ڈورنٹ اس بارے میں تحریر کرتا ہے:

عیسائی دنیا میں اسلام کا کافی اثر و رسوخ رہا ہے۔ یورپ نے اسلامی ممالک سے کھانا پینا، دوا، اسلحہ، آرٹ، صنعت و تجارت، دریانوردی کے آداب و رسوم وغیرہ سیکھا۔ اسلامی دانشوروں نے ریاضیات، طبیعیات (فزکس)، کیمیا، ہیئت اور طب یونانی کو اپنے کمال پر پہنچایا۔ تجارت، صلیبی جنگیں اور عربی سے مختلف زبانوں میں کتابوں کے ترجمے، اور گربرٹ، مائیکل اسکاٹ جیسے دانشوروں کا اسلامی اندلس جانا وغیرہ کی وجہ سے اسلامی تہذیب یوروپ تک پہنچی۔ (ڈورنٹ، ۱۳۶۵، ۳۲۰)

لوبون کا بھی ماننا ہے کہ چھ سو سال تک مسلمان مختلف علوم میں ہم یوروپ والوں کے استاد رہے ہیں۔ (لوبون، ۷۵۱) در حقیقت اسلام نے عالمی تہذیب پر تکیہ کرتے ہوئے قومی تعصّبات سے چھٹکارا حاصل کیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان ہر میدان میں کامیاب رہا۔ (آرام، ۱۳۶۶، مقدمہ)

ب: قدرتی ذخائر کی فراوانی:

استعماری طاقتوں کی نظر ہمیشہ کمزور ممالک کے قدرتی ذخائر پر رہی ہے اور عصر حاضر کی تاریخ اس موضوع کو خاص کر اسلامی ممالک کے سلسلہ میں ثابت کرتی ہے۔ ظاہر ہے اسلامی مصلحین نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور

ہمیشہ اس کے خلاف محاذ آرائی کی۔ امام خمینی اپنی ذاتی درایت کے پیش نظر ان سیاحوں کے بارے میں انتباہ کرتے ہیں جو سیاحت یا علمی کاوشوں کے نام پر مسلم ممالک کے قدرتی وفطری ذخائر کے کشف اور تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: اسلامی ممالک میں امریکہ کے قدم پڑنے سے پہلے، انگریز تھے، روسی تھے اور بعض دوسرے ممالک بھی تھے جنہوں نے تین سو سالوں یا اس سے بھی زیادہ عرصہ سے اسلامی ممالک کے زرخیز علاقوں اور قدرتی وفطری ذخائر کی چھان بین کی ہے اور ان کی نظر ان ذخائر پر ہے۔ (امام خمینی، بیانات، ۵۷/۷/۲۳)

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای بھی اسلامی ممالک کے قدرتی ذخائر خاص کر تیل کی اہمیت اور عالمی اقتصادیات میں اس کے کردار کے بارے میں فرماتے ہیں: آج ہمارے پاس تیل کا ذخیرہ ہے، خلیج فارس کے دوسرے ممالک اور بعض افریقی ممالک کے پاس تیل کا ذخیرہ ہے ...اور استعماری طاقتیں اس تیل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرتی ہیں۔ (آیت اللہ خامنہ ای، صحیفہ ولایت، بیانات، ۷۳/۱/۱)

ج: مسلمانوں کی جغرافیائی پوزیشن

زیادہ تر ایشیائی ممالک جغرافیائی پوزیشن کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ مشرق وسطی اور سوئیز کینال کے آس پاس کے ممالک جغرافیائی پوزیشن کے لحاظ سے بہت اہم ہیں اسی وجہ سے وہاں پر اسرائیل نامی غاصب ریاست کو لوگوں پر تھوپا گیا تاکہ اس خطہ کے مسلمان کبھی آپس میں متحد نہ ہو سکیں۔ امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای نے وحدت کے اس پہلو پر بھی تاکید کی ہے لیکن ابھی تک اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی ہے۔

اتحاد کے عناصر

الف: مشترکہ دشمن:

امام خمینی نے ہمیشہ مشترکہ دشمن کی شناخت پر تاکید کی کیونکہ دشمن کی شناخت کے بعد، اسلامی اتحاد کے خلاف ان کا اصلی حربہ ناکام ہو جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں: آپ کو اپنے دشمنوں کو پہچاننا چاہئے اگر دشمن کی شناخت نہیں ہو گی تو ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (امام خمینی، ۱۳۷۰، ۱۲/۴۶۳)

اسی طرح آپ ارشاد فرماتے ہیں: مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام، قرآن کریم اور پیغمبر اسلام ﷺ کا اصلی دشمن استعماری طاقتیں اور خاص کر آمریکہ اور اسرائیل ہیں جن کی چشم طمع اسلامی ممالک کی طرف ہے۔ (ایضاً، ۲۸/۱۹)

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی بارہا مشترکہ دشمن کے خطرات کے بارے میں آگاہ کیا ہے جو اسلامی اتحاد کو ختم کرنے کے در پے ہے۔

ب: فلسطین کا مسئلہ

انگریزی سامراجی طاقتوں نے سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت اسرائیل جیسی ریاست کو مسلمانوں کے سر پر تھوپ دیا اور بعد میں امریکہ نے اس کی پشت پناہی کی اور یہ سب مسلمانوں سے بدلہ لینے اور ان کے اتحاد کو توڑنے کے لئے تھا تاکہ اس کے ذریعہ اسلامی اقدار کی نابودی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے ایک مستقل اڈہ بن سکے۔ امام خمینی جیسے مصلحین اس خطرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ امام خمینی نے اسلامی تحریک کے آغاز سے ہی اسرائیل کے خطرہ کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو عالمی یوم قدس کے عنوان سے منانے کا اعلان کیا تاکہ اسلامی اقوام اس مسئلہ پر متحد ہو سکیں۔ امام خمینی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

میں دنیا کے تمام مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ غاصب صہیونی طاقت اور اس کی پشت پناہی کرنے والوں کے عزائم کو ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ میں دنیا کے تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ماہ مبارک رمضان کے آخری جمعہ کو جو کہ ایام قدر میں سے ہے اور فلسطینی عوام کی قسمت کے فیصلہ کا تعین کا دن بھی ہو سکتا ہے، روز قدس کے عنوان سے منائیں اور فلسطینی مسلمانوں کے قانونی حقوق کی بازیابی کے لئے اپنی بین الاقوامی حمایت کا اعلان کریں۔ (امام خمینی، مذکورہ حوالہ، ۲۶۷/۹)

آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے بھی ہمیشہ فلسطین کے مسئلہ کو اتحاد بین مسلمین کا اہم محور قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں: مسئلہ فلسطین کی طرف توجہ کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے اور ہم اپنی پوری طاقت کے ساتھ فلسطین کی آزاد ریاست کے قیام کی حمایت کریں گے۔ (بیانات، ۱۳۶۹/۲/۱۲)

ج: مناسک حج

اللہ تعالی نے مناسک حج کو "قیاماًللناس" کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰماًلّلنّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِد۔۔۔ اللہ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے اور محترم مہینے کو اور قربانی کے عام جانوروں کو اور جن جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈال دیا گیا ہے سب کو لوگوں کے قیام وصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (مائدہ، ۹۷)

مناسک حج کا وحدت بین مسلمین اور اسلامی بیداری میں اہم کردار رہا ہے اسی وجہ سے پوری تاریخ میں شیطانی طاقتوں نے اس کی شناخت کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے مصلحین نے حج ابراہیمی کو ہمیشہ اپنے اصلی شکل وہیئت میں بحالانے کے لئے کوششیں کی ہیں۔

امام خمینی نے حج کے عرفانی اور سیاسی اور سماجی پہلو کو ایک دوسرے کا مکمل قرار دیا ہے اور اپنی تقاریر میں اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

پہلے زمانے میں ابراہیم خلیل نے اور آخری دور میں حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اور آپ کے فرزند حضرت مہدی موعود بھی اسی کعبہ سے بلند کریں گے۔ (امام خمینی، ایضا، ۱۸/۷۸)

آپ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: بے روح اور خشک حج، بنا قیام و تحریک کا حج، بنا وحدت وایک جہتی کا حج اور بنا کفر وشرک سے برائت کا حج، حقیقی حج نہیں ہے۔

امام خمینی مشرکین سے برائت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: مشرکین سے برائت کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ (ایضا، ۲۰/۲۱)

آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استعماری طاقتیں اور ظلم وستم کرنے والے اس دنیا کے معاذاللہ خدا ہیں اور بندگان خدا پر ظلم وستم کرنا اور ان کا استحصال کرنا ان کا مسلمہ حق ہے اور سبھی کو ان کے آستانے پر سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ یہ وہی شرک ہے جس سے مسلمان اپنی برائت کا اعلان کرکے اپنے دامن کو تطہیر کرتا ہے۔ (حجاج بیت اللہ الحرام کے نام پیغام، ۱۳۶۸، ۱۴۰۹)

امام خمینی حجاج بیت اللہ کے نام اپنے پیغام میں فرماتے ہیں: آپ رجم کرتے وقت اپنے آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اسلامی ممالک سے استعماری طاقتوں کا خاتمہ کریں گے۔آج اسلامی دنیا، امریکہ کے چنگل میں ہے۔آپ دوسرے برا عظم کے مسلمانوں تک اللہ تعالی کا پیغام پہنچایئے کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں۔(امام خمینی، ایضاً، ۱۲۴/۹)

آیت اللہ خامنہ ای اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: آج کی دنیا پر ظلم و ستم اور سامراجیت کا سایہ ہے اور اسلام و قرآن کے سوا کوئی ملجاوماوا نہیں ہے جو مختلف قوموں کو بچا سکتا ہو۔(بیانات، ۱۳۸۰/۱۱/۱۷)

نتیجہ

قرآن و عترت سے متمسک رہنا، مسلمانوں کے اتحاد و ہمدلی کا سب سے اہم محور ہے۔امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کے بیانات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اتحاد و ہمدلی کے حصول کے لئے قرآن و عترت سے متمسک رہنے کے علاوہ، صلاحیتوں اور امکانات پر توجہ، اسلامی وحدت کے اہم عناصر کی شناخت، ہوشیاری اور بصیرت، مشترکہ عناصر پر توجہ مرکوز کرنا، تفرقہ سے پرہیز، دشمنوں کی سازشوں سے آگاہ رہنا، بہائیت اور وہابیت جیسے فرق ضالہ (گمراہ فرقے) اور صہیونی طاقت اور تکفیری عناصر سے ہوشیار رہنا وغیرہ کی بھی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔قرآن کریم

۲۔آرام، احمد، ۱۳۶۶، علم در اسلام، تہران، نشر سروش

۳۔ابن حنبل، احمد، بی تا، المسند، بیروت، دار صادر

۴۔امام خمینی، سید روح اللہ، ۱۳۷۰، صحیفہ نور، تہران، انتشارات وزارت ارشاد اسلامی

۵۔انصاری، مرتضیٰ، ۱۴۲۵ ھ، کتاب الطہارۃ، قم، کنگرہ جہانی بزرگداشت شیخ اعظم

۶۔بی آزار شیرازی، عبدالکریم، ۱۳۷۷، دوسند تاریخی در راہ تقریب مذاہب اسلامی، تہران، سازمان فرہنگ وارتباطات اسلامی

۷۔ بیہقی، احمد بن حسین، بی تا، السنن، بیروت، دار الفکر

۸۔ خامنہ ای، سید علی، بی تا، حدیث ولایت، تہران، نشر مؤسسہ پژوھشی انقلاب اسلامی

۹۔ ڈورانٹ، ویل ۱۳۶۵، تاریخ تمدن، ترجمہ احمد آرام و دیگران، تہران، سازمان انتشارات و آموزش انقلاب اسلامی۔

۱۰۔ رشید رضا، محمد، بی تا، الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام، بیروت، دار الکتب العلمیہ

۱۱۔ سبحانی، جعفر، ۱۳۹۱، فروغ ولایت، قم، مؤسسہ امام صادق علیہ السلام، چ ۱۲

۱۲۔ سیوطی، جلال الدین، ۱۴۰۱ھ، الجامع الصغیر، بیروت، دار الفکر، چ ۱

۱۳۔ عالمی، زین الدین عاملی، شہید ثانی، ۱۴۱۰ھ، ش ۹۶۶ھ، الروضۃ البہیۃ، قم، نشر داوری، چ ۱

۱۴۔ لوبون، گوستاو، بی تا، تاریخ و تمدن اسلام و عرب، بی جا، بی نا

۱۵۔ محمد بن سلیمان، ۱۴۱۲ھ، مناقب امیر المومنین علیہ السلام، قم، مجمع الثقافۃ الاسلامیۃ، ش ۱

۱۶۔ محیط طباطبائی، محمد، ۱۳۷۰، سید جمال الدین اسد آبادی و بیداری مشرق زمین، تہران، بی نا۔

۱۷۔ مکارم شیرازی، ناصر، ۱۳۷۹، پیام امیر المومنین علیہ السلام، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، چ ۲

۱۸۔ نووی دمشقی، ابوزکریا، ۱۴۱۱ھ، ریاض الصالحین، بیروت، دار الفکر، چ ۲

۱۹۔ نیشابوری، مسلم بن حجاج، بی تا، صحیح مسلم، بیروت، دار الفکر

۲۰۔ واعظ زادہ خراسانی، محمد، ۱۴۱۷ھ، واسیر البر وجردی والتقریب، تہران، بی نا

•❖•